معاویہؒ بن یزید
اور اس کا
تاریخ ساز خطبہ

مؤلف
آفتاب حسین جوادی

البلاغ المبین
اسلامی تحقیقاتی و اشاعتی ادارہ

معاویہ رح بن یزید

اور اس کا

تاریخ ساز خطبہ

مؤلف

آفتاب حسین جوادی

البلاغ المبین

اسلامی تحقیقاتی واشاعتی ادارہ

علم وسعت نظری کا باعث ہے

یہ کتاب ہم ان حضرات کی خدمت میں، جو ہم سے عقیدے میں اختلاف رکھتے ہیں، اس لیے پیش نہیں کر رہے کہ وہ ہمارا عقیدہ اختیار کریں

بلکہ

اس لیے پیش کر رہے ہیں کہ ان کے علم میں آ جائے کہ ہم بھی اپنے عقیدے پر قرآن وسنت کی ٹھوس دلیل رکھتے ہیں

تاکہ

غلط فہمیوں اور بہتان تراشیوں کی وجہ سے امت کی وحدت میں حائل رکاوٹیں دور ہو جائیں

کیونکہ

علم وسعت نظری کا باعث ہے۔

(ادارہ)

نام کتاب: معاویہؓ بن یزید اور اس کا تاریخ ساز خطبہ

مؤلف: آفتاب حسین جوادی

تاریخ طبع: جولائی ۲۰۱۰ء/رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

تعداد: ۵۰۰۰

ناشر: البلاغ المبین۔ اسلامی تحقیقاتی و اشاعتی ادارہ

پوسٹ بکس نمبر: ۴۶۹۔ اسلام آباد۔ پاکستان

ای میل: alblagulmobin@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصلوۃ السلام علی سیّد المرسلین
و الہٖ الطاھرین و صحبه البررۃ المنتجبین اما بعد!

جب تاجدار کائنات اور محسن انسانیت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مکہ کی سرزمین پر جلوہ فگن ہوئے اور ان کی کرنوں سے حجاز کا ذرّہ ذرّہ جگمگا اُٹھا تو بنی اُمیہ نے اس نورِ خدا کو بجھانے کے لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کرنا شروع کر دیں۔ کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی حیثیت سے آپؐ کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں اور خلق عظیم کے اس پیکر کو ان کی ایذا رسانیوں سے گوناگوں تکلیفیں اُٹھانی پڑی تھیں۔ بنی اُمیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ خون ریز جنگیں کیں، قریب تھا کہ چراغ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گل ہو جائے۔ اس تمام جہد نامشکور سے ان کا مقصد محض اسلام کو تباہ و برباد اور اسلامی غلبہ کو کمزور کرنا تھا۔ یہ انسانی لباس میں حیوانوں سے بھی گئے گزرے، انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ اور ننگ انسانیت میں انسانیت کی توہین تھے اور بدقسمتی سے ان کے نقش قدم پر چلنے والا ایک طبقہ آج بھی مکتب اہل بیت علیہم السلام کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔

بنی اُمیہ ہدایت کی بجائے اذیت پہنچانے کے متعلق فیصلے کرتے تھے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمسخر و مذاق اُڑانا تو ان کا معمول بن چکا تھا۔ ان کی ایذا رسانی صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ان کی عورتیں بھی اس معاملے میں ان کے دوش

بدوش تھیں۔ ان تمام کارستانیوں سے بنی اُمیہ کو کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو سکا بلکہ اس کے برعکس اسلام دن بدن ترقی پذیر ہوتا گیا۔ جب ان کا کوئی حربہ کارگر نہ ہُوا اور اُنہوں نے دیکھا کہ ہمیں ہر قدم پر پے درپے شکست ہی نصیب ہو رہی ہے تو اُنہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کی ایک نئی راہ نکالی اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس میں داخل ہوئے تا کہ اسلام کے اندر رہ کر اس کے حقیقی خدوخال کو پامال کر دیں۔ اگرچہ اُنہوں نے بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا مگر ان کے دل ابھی اسلام کی طرف تبدیل نہیں ہوئے تھے۔ یہ اسی فکر میں رہتے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو کسی طرح روکا جائے لیکن تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بنی اُمیہ کے ظالم حکمران اپنی ظالمانہ کارروائیوں کی بدولت خود صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور ان کے باطل منصوبے خاک میں مل گئے۔ بالآخر اہل حق ہی کامیاب و کامران ہوئے ہیں۔
ظلم و ستم کے ایسے ہیبت ناک ماحول میں، جہاں بڑے بڑے باہمت انسان بھی ظلم کی آنچ سے پگھل کر مردہ ہو جاتے ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے کسی چھوٹے بڑے فرد کے صبر و استقامت میں ذرہ بھر تزلزل پیدا نہیں ہوا۔ ظلم کرنے والے تھک گئے لیکن ظلم سہنے والے مقدس نفوس نہ تھکے۔

شدیم خاک و لیکن ببوئے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

ان کی ملکوتی طاقت مزید بڑھتی چلی گئی۔ غرضیکہ بنی امیہ کی خوفناک کاروائیاں بالکل ہی ناجائز اور سراسر فسق و فجور کی جنگ تھی۔ اسلامی اقدار سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا۔ ہم نے اُموی حکمرانوں کی فریب کاریوں اور ان کی اسلام دشمنی کو بے نقاب کرنے کے لیے ہم اس پورے اصل عربی خطبے کو اُردو ترجمے کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تا کہ یہ خطبہ ہر مسلمان کے ذہن نشین ہو جائے اور انصاف پسند، حق و باطل کے درمیان امتیاز کر سکیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے ذی شعور قارئین پر اچھی طرح حق واضح ہو جائے گا۔

ہم اپنے محترم قارئین کو اس خطبے کو بار بار پڑھنے اور اس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں توقع بلکہ یقین ہے کہ اس مختصر مگر جامع خطبے کا مطالعہ ہر منصف

مزاج اور متلاشی حق کے یقین میں مزید اضافے اور نفع کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ العزیز اللہ تبارک وتعالی ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے مسلمانان عالم کے لیے رہنمائی کا سبب بنائے۔ آپس میں پیار و محبت اور اتفاق و یگانگت کی دولت عنایت فرمائے۔ ہمیں حضرت علی مرتضیٰ اور ان کی اولاد اطہار ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کی محبت و متابعت نصیب کرے اور انہی کے زمرے میں محشور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

والسلام مع الاکرام
آفتاب حسین جوادی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُموی نظریات کے عوام پر اثرات

اُموی حکومت کا مرکز، مستقر شام ہی تھا۔ اس لیے ان کے حامیوں کی اکثریت اسی ملک میں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں ابن ملجم لع کی ضرب سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو ان لوگوں نے تعجب سے کہا کہ کیا علیؑ بھی نماز پڑھا کرتے تھے؟ (العیاذ باللہ) وہ تو ایک ڈاکو تھے۔ اُموی حکمرانوں کے علاوہ وہ کسی کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، استاد تاریخ اسلامی، جامعة القاہرہ نے اپنی تصنیف تاریخ الاسلام السیاسی و الدینی جلد۲، ص۱۲ مطبوعہ مصر میں اُموی عہد اور ملک شام میں ان کے زیرِ عتاب رہنے والے عوام کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اسی نقطہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

... و اما اهل الشام فلا يعرفون غير معاوية و طاعة بنی اُمية و عداوة راسخة و جهل متراكم۔

شام کے لوگ معاویہ کے سوا کسی کو نہیں پہچانتے تھے اور نہ ہی بنو اُمیہ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کی اطاعت کرنا جانتے تھے۔ وہ بڑے کینہ پرور اور انتہائی اُجڈ قسم کے لوگ تھے۔

اسی طرح شام کے معروف محقق اُستاد محمد کرد علی نے اپنی تصنیف ''غوطۂ دمشق'' ص ۲۹، ۳۴، ۳۵ طبع دمشق اور اپنی دُوسری کتاب ''خطط الشام'' میں اس سے ملتے جلتے الفاظ میں شامی عوام کے متعلق یہی بات کہی ہے۔

اُموی دور میں ناصبیت نے زیادہ فروغ پایا۔ جیسا کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے تلمیذ اور داماد شیخ الحدیث مولانا سیّد احمد رضا صاحب بجنوری نے اس بات کا اعتراف

ان الفاظ میں کیا ہے:

حکومت اُموی کے اثرات سے عوام میں ناصبیت کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا۔[1]

اس مسئلے کی مزید وضاحت و تائید کے طور پر چند مزید سطور ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں:

شامی عوام پر اُموی فکر و تعلیمات کے گہرے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے دُور رس مذہبی اثرات مرتب ہوئے تھے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغض اہل بیتؑ ان کی نسل در نسل کے دلوں میں جا گزیں ہوتا چلا گیا۔ اُموی حکمرانوں کی طرف ان کے رجحانات کی اصل وجہ یہی تھی۔ چنانچہ علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء جلد ۳، صفحہ ۱۲۸۔ طبع بیروت میں لکھتے ہیں:

وَ خَلَفَ مُعَاوِيَةَ خَلْقٌ كَثِيرٌ يُحبونهٗ و يتغالون فيه و يُفضّلونه اِمّا قد ملكهم بالكرم والحلم والعطاء و اِمّا قد وُلِدوا فی الشّام علىٰ حُبّهِ و تربى اولادهم علىٰ ذلك و فيهم جماعةٌ يسيرةٌ من الصحابة و عددٌ كثيرٌ من التّابعين والفضلاء و حاربوا معه اهلَ العراقِ و نَشَؤُ و اعلىٰ النصب نعوذ باللّٰه مِن الْهوٰى۔

معاویہ کے پیچھے کثیر تعداد میں ایسے لوگ ہوئے جو اس (معاویہ) سے محبت کرتے تھے بلکہ اس کی محبت میں غلو کرتے اور اسے فضیلت دیتے تھے۔ اس کا سبب یا تو یہ تھا کہ اس نے ان پر نوازش، نرمی اور مالی وظیفوں کے ذریعے حکومت کی تھی یا اُنہوں نے شام میں اس کی محبت پر ہی جنم لیا تھا اور ان کی اولاد نے بھی اسی محبت معاویہ پر پرورش پائی تھی۔ ان (محبین معاویہ) میں صحابہؓ کی ایک تھوڑی سی تعداد اور تابعین علماء کی کثیر تعداد شامل تھی۔ اُنہوں نے معاویہ کے ساتھ مل کر اہل عراق (حضرت علیؑ اور ان کی معیت میں دیگر صحابہ کرامؓ) کے ساتھ جنگ کی تھی۔ (اس طرح) اُنہوں نے بغض علیؑ پر نشو و نما پائی۔ ہم خواہش نفس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

---

[1] انوار الباری شرح صحیح البخاری ج۲ ص۶۳۔ طبع بجنور

مانگتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا نام لینا جرم سمجھا جاتا تھا

اس باب میں ان کا نقطۂ نظر اس قدر انتہا پسندانہ تھا کہ اگر ان کو پتہ چل جاتا تھا کہ کسی بچے کا نام علی رکھا گیا ہے تو اس بے گناہ معصوم بچے کو فوراً موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے ایک مشہور تابعی علی بن رباح کا تذکرہ کرتے ہوئے اس افسوس ناک امر کو یوں بیان کیا ہے:

و كان من كبار علماء التابعين ... كانت بنو أُمية اذا سمعوا بمولود اسمه علی قتلوه فبلغ ذلك رباحاً فَغيَّرَ اسمَ ابنهِ۔

اور (علی بن رباح) جلیل القدر علمائے تابعین میں سے تھے ... جب بنی اُمیہ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی مولود کا نام علی رکھا گیا ہے تو اسے قتل کر دیتے۔ جب اس خبر کا رباح کو پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے کا نام تبدیل کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد۵، صفحہ۱۰۲۔ جلد۷، صفحہ۴۱۳)

بعینہا اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے تهذيب التهذيب جلد۷ صفحہ۳۱۹، حتی کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی ص ۴۹۱ میں تحریر کیا ہے:

كان اهل الشام يجعلون كل عليّ عندهم عُليا لبغضهم عَلِيّاً رضی الله تعالی عنه و من اجله قيل لوالد مسلمة و لابن رباح علی۔

اہل شام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعناد کی وجہ سے ہر "علی" کو "عُلیا" بنا دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی مسلمہ کے والد اور رباح کے بیٹے کے نام کو بجائے علی کے علیا کے نام سے پکارا جانے لگا۔

آپ خود اندازہ کیجیے کہ بغض و عداوت کا خمیر اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خاندان بنی اُمیہ کے سامنے خلیفہ راشد حضرت علیؑ کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا تھا تو پھر حضرت علیؑ سے حدیث نقل کرنے اور ان کے حق میں کوئی حدیث بیان کرنے کی اس سے کہیں زیادہ لرزہ خیز سزائیں یقیناً دی جاتی ہوں گی۔

اگرچہ اُموی اور ان کے ہمنوا لوگ خاصی حد تک بظاہر کامیاب نظر آئے لیکن

درحقیقت یہ لوگ بدترین شکست سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ ظالم اور سرکش لوگ ہمیشہ کے لیے مغلوب اور ملیامیٹ ہو گئے اور یہ حقیقت ہے کہ قیام قیامت تک ہمیشہ اہل حق ہی کی فتح ہوتی رہے گی۔ چونکہ خود اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ○

یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیا کی زندگی میں بھی ضرور مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے (پیغمبر، فرشتے) اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ (سورۂ مومن آیت ۵۱)

اہل حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ مدد شامل حال ہوتی ہے اور اس سلسلے میں تاریخ عالم شاہد ہے کہ اہل باطل ہر دور میں ذلیل و خوار ہوئے اور حق ہمیشہ پروان چڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ اہل حق کی صداقت کے لیے قرآن و حدیث کے بعد ایک اور ناقابل تردید دلیل معاویہؒ بن یزید کا وہ تاریخی وقیع خطبہ بھی ہے جس میں اس نے اپنے ہی خاندان (بنی اُمیہ) کے ظالم و جابر حکمرانوں کے کفر اور باطل ہتھکنڈوں کا پردہ چاک کر دیا۔ شہنشاہیت کی گود میں پلنے والے نوجوان کی اس جرأت مندی اور راست گوئی کو کروڑوں سلام، جس نے ہر غاصب و ظالم اور احداث فی الدین، جو تمام مفاسد کا سرچشمہ ہے، کے مرتکب حکمران کے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ مزید برآں ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے اقسام حدیث کے بیان میں حدیث مرسل کے ذیل میں صاف لفظوں میں لکھا ہے:

و کان قد یحذف اسم علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بالخصوص ایضاً لخوف الفتنۃ۔

فتنہ و فساد کے خوف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی چھپایا جاتا تھا۔[1]

بنوامیہ کا اقتدار اور ان کے بھیانک مظالم

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بنی اُمیہ نے اسلام پر وحشیانہ ظلم ڈھانے اور اسلامی

---

[1] شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۱۔ طبع مکتبہ فاروقیہ۔ پشاور

آداب و اخلاق کی دھجیاں اُڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کے ظلم و استبداد کی بدترین سیاہ کاریوں نے دین اسلام کے حقیقی خد و خال کو تہس و نہس کر دیا لیکن بڑی حیرت ہے کہ اس کے باوجود بنی اُمیہ کیسے خلافت تک پہنچ گئے اور ان کے دل میں خلافت کی طمع کیونکر پیدا ہوئی؟ بنو اُمیہ اور بنو مروان بن حکم، جن پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف صاف لعنت کی تھی، انہیں خلافت سے کیا سروکار؟ پھر بنی اُمیہ، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رہی، نے جن جن ہولناک طریقوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی اور جہاں تک بس چلا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی، وہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی اُمیہ کا خلافت سے دُور کا بھی رشتہ نہیں تھا، نہ سببی، نہ نسبی۔ خلافت کے اسباب سب جانتے ہیں۔ نہ انہیں قرابت حاصل تھی، نہ وصیت اور اگر خلافت کا معیار سابقیت ہے تو انہیں کوئی سابقیت بھی حاصل نہ تھی۔ سابقیت تو دُوسری چیز ہے، جب تک مکہ فتح نہ ہوا تھا اس وقت تک ان لوگوں سے بڑھ کر اسلام سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ ابوسفیان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عداوت اور ان کے ساتھ لڑائیاں، کس کو معلوم نہیں۔ امیر المؤمنین تو وہی ہو سکتا ہے جس کا ایمان کامل اور جو ایمان لانے والوں میں سب سے مقدم ہو۔ انہی بنی اُمیہ نے خانۂ کعبہ کو منہدم کیا، صحابہ کرامؓ کی گردنوں پر مہریں لگوائیں، اوقات نماز میں تبدیلی کی اور مسلمانوں کی ہتھیلیاں گدوائیں۔ بھلا وہ شخص کیسے خلافت کا حقدار ہو سکتا ہے اور اس کے ہاتھوں دین خدا کی استواری کیونکر ممکن ہے، جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برسوں تک جنگ کی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل میں ہر ممکن کوشش صرف کر دی ہو۔ پھر خلافت ہتھیانے کے بعد ہی کاش بنی اُمیہ عدل و انصاف سے کام لیتے مگر اُنہوں نے فیصلہ و احکام میں اندھیر مچا دیا۔ خود اپنی رائے سے کام کیے، مال خراج کو اپنا ذاتی مال سمجھا، قبائلی عصبیت کو فروغ دیا جو اشتعال کا باعث بن کر جلتی آگ پر تیل کا کام دے رہی تھی۔ مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنے کے لیے نہ صرف اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیے بلکہ بنی ہاشم کو ہر چیز سے محروم رکھا اوران کی ظلم و تعدی اتنی بڑھی کہ کہنے لگے: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کوئی عزیز رشتہ دار نہیں چھوڑا اور کیسے کیسے ذلیل و رکیک طریقوں سے اپنی خلافت کو مضبوط اور

مستحکم کرتے رہے۔ بالآخر ایسے لوگوں کے دن تھوڑے ہی ہوتے ہیں، لٰہذا وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ آج ان کی قبروں کے نشانات بھی مٹ چکے ہیں۔ بنابریں متعدد صحیح اور صریح احادیث میں بنو اُمیہ کی شدید مذمت آئی ہے، جس کا انکار چمکتے ہوئے سورج کے انکار کے مترادف ہے۔ ان میں سے ایک حدیث پیش خدمت ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان ابغض الأحیاء الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم بنو اُمیة و ثقیف و بنو حنیفة۔[1]

تین قبائل، بنو اُمیہ، ثقیف اور بنو حنیفہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب قبیلوں سے زیادہ نفرت تھی۔

امام حاکم نے اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے۔ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ھذا حدیثٌ صحیحٌ علیٰ شرطِ الشیخین و لم یُخَرِّجاہ۔ (صفحہ:۴۸۱)

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ نور الدین ابوبکر ہیثمی متوفیٰ ۸۰۷ھ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

و رجالھم رجال الصحیح غیر عبد اللّٰہ بن مطرف و ھو ثقة۔[2]

ان احادیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبد اللہ بن مطرف کے اور یہ بھی ثقہ راویوں میں سے ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو اُمیہ وغیرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید نفرت کرتے تھے۔ اس نفرت کا سبب یقیناً ان قبائل کی اسلام دشمنی اور باطل پرستی تھی، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے ان سے نفرت کی۔ کیونکہ بغض و محبت کا مسلمہ اصول الحبُّ فی اللّٰہ و البُغض فی اللّٰہ ہے، جس کی تعلیم خالق کائنات کے رسول اعظمؐ نے اپنی اُمت کو دی ہے۔ چونکہ ان قبائل کی اکثریت کا کردار و معیار عہد نبوت میں بھی اسلام دشمنی پر مبنی تھا اور بعد وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان لوگوں

---

[1] مسند ابی یعلی الموصلی ج ٦ ص ۴۵۹، رقم ۷۳۸۴۔ طبع جدہ۔ مستدرک حاکم جلد ۴، ص ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ طبع حیدر آباد۔ دکن)

[2] مجمع الزوائد ج:۱۰، ص:۷۱، طبع قاہرہ

نے اسلام دشمنی کی انتہا کر دی، لہٰذا ہمیشہ کے لیے ابغض الاحیاء الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم قرار پائے۔ بات بالکل صاف اور پکی ہے کہ جو انسان اسلام کا دوست ہے، وہ ان اسلام دشمنوں سے محبت و احترام کا معاملہ ہرگز نہیں کر سکتا اور اگر ان سے محبت و احترام سے پیش آئے گا تو وہ یقیناً اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

(۴: ۱۱۵)

جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے، ہم اِسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور ہم اسے جہنم میں جھلسا دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

بہرطور ہم نے بنو اُمیہ کی اسلام دشمنی کی مختصر کارگزاری ذکر کی ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے اسلامی تاریخ کے اوراق ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ اِس امر کی تصدیق کے لیے ہم ان کے گھر سے ہی ایک شہادت نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور یہ بات مسلمہ امر ہے کہ اھل البیت ادری بما فی البیت۔ کسی کے گھر کے حالات کا جائزہ خود گھر والے اچھا لے سکتے ہیں اور انہیں اپنے باپ، دادا اور اولاد کا کردار اچھی طرح معلوم ہوتا ہے جو دُوسرے کو علم نہیں ہوتا۔ اس لیے معاویہ بن ابی سفیان ہی کے گھر کی ایک منصف مزاج شخصیت اور وہ بھی پوتے نے خود عوام کی عدالت میں پیش ہو کر اپنے آباؤ اجداد کے شرمناک کرتوت اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے ناروا سلوک اور ظلم و بربریت کی ناقابل برداشت داستان کی صرف ایک جھلک کو غیر جانبدارانہ طور پر آنسوؤں کی لڑی میں پرو کر کانپتی زبان سے بیان کیا ہے۔اس سے ظلم و ستم کے بلاخیز طوفانوں سے ٹکراتے ہوئے مسلمانوں کے مُردہ قلوب میں غیرت وحمیت کی حیات تازہ کی لہر پیدا کر کے انہیں بیدار کرنا مقصود تھا تاکہ وہ حق و باطل میں اختلاط کیے ہوئے نور وظلمت کے دبیز پردوں

میں مخفی حقائق سے آگاہ ہو جائیں۔ مگر بدقسمتی سے اس حق بیانی کی پاداش میں اسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔

قارئین گرامی قدر!

اس پہلو کو نظر میں رکھیے اور خود یہاں سے اندازہ لگایئے کہ امام برحق کی صرف حمایت میں چند کلمات کہنے کی وجہ سے اتنی سنگین سزا ملی تو اس ظلم و استبداد کے دور میں نجانے امام برحق کی پیروی کرنے والوں کو کتنے مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔ یہاں اس بات کو بھی صاف صاف بیان کر دینا ضروری ہے کہ جہاں بنو اُمیہ کے گھناؤنے عزائم اور وحشیانہ مظالم کی تصدیق ہوتی ہے، وہاں شیعیان اہل بیتؑ کی طرف سے مذہب اہل بیتؑ کی حفاظت میں ان کی بے مثال جرأت اور بہادری کے کارناموں کے اعتراف کی جھلک بھی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں حیرت انگیز پامردی اور استقلال کے ساتھ بنو اُمیہ کی اسلام دشمنی کا مقابلہ کیا۔ شیعیان علیؑ کی آنسوؤں، آہوؤں اور خون میں ڈوبی سرگذشت تاریخ کے اوراق میں جا بجا بکھری پڑی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج دُنیا اس بات پر گواہ ہے کہ باطل آج بھی مکتب اہل بیت علیہم السلام والوں سے خوفزدہ ہے۔

معاویہؒ بن یزید

انہیں معاویہ صغیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ۴۲ھ میں یزید بن معاویہ ملعون کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ انتہائی خوبصورت اور صالح جوان تھا۔ اس کی کنیت ابوعبدالرحمٰن یا ابویعلی اُموی تھی۔ اس کی ماں کا نام اُم ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھا۔ اس کا باپ یزید ملعون ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں پیدا ہوا جو مَیْسُون بنت بَحْدَل الکلبیہ نامی ایک بدوی عیسائی عورت کا بیٹا تھا۔ جب معاویہ نے اسے طلاق دی تو اُس وقت یہ اس کے پیٹ میں تھا۔ اس کی ابتدائے سلطنت ۶۰ھ اور وفات ۶۴ھ شام کے شہر حمص میں انتالیس برس کی عمر میں ہوئی۔ اس کے مرنے کے فوراً بعد ۱۴ ربیع الاوّل ۶۴ھ کو تخت حکومت کا وارث اس کے بڑے بیٹے معاویہؒ کو بنایا گیا۔[1] مؤرخین نے اس کے بارے

---

[1] نسب قریش ص ۱۲۸ طبع مصر۔ جمھرۃ النسب لابی المنذر ص ۵۱۔ کتاب المحبر ص ۲۲، ۵۸ طبع دکن۔

میں بالاتفاق لکھا ہے:

و کان رجلاً صالحاً ناسکاً۔[1]

خاندان بنی اُمیہ میں سے یہ (معاویہ صغیر) نہایت دیندار اور نیک صفت انسان تھا۔

حتیٰ ابن تیمیہ الحرانی دمشق میں مدفون شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و انما ذلك قبر معاوية بن يزيد ابن معاوية الذى تولى الخلافة مدة قصيرة ثم مات و لم يعهد الى احد و كان فيه دين و صلاح۔[2]

وہاں معاویہؒ بن یزید کی قبر ہے جو تھوڑی مدت خلافت کا والی رہا، پھر فوت ہوگیا اور اس نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا اور یہ دیندار اور نیک تھا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامع ترمذی کی مبسوط و مدلل شرح حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی میں لکھتے ہیں:

یزید مرا تو اس کے بیٹے معاویہؒ بن یزید کو حکومت سونپ دی گئی۔ معاویہؒ بن یزید ایک نیک دل، خدا ترس، متورع پرہیزگار اور ایک حق شناس انسان تھا۔ ہر وقت ان پر گریہ طاری رہتا اور وہ احساس ذمہ داری سے خدا کے حضور روتے رہتے۔ وہ کھلم کھلا یہ بات کہا کرتے تھے کہ ہمارے والد نے بڑا ظلم کیا ہے اور جبراً حکومت قائم کر لی تھی۔ معاویہ بن یزید نے چالیس روز تک حکومت کی۔ اس دوران ان کی خواہش رہی کہ وہ اقتدار حضرت حسینؓ کے فرزند حضرت زین العابدین کے حوالے کر دیں۔ جب مروانیوں (بنو امیہ کے مشہور خاندان) کو ان کے اس ارادہ کا علم ہوا اور سمجھے کہ حکومت بنو امیہ کے ہاتھوں سے نکلنے والی ہے تو انہوں نے کسی سازش سے معاویہ بن یزید کو زہر دے کر شہید کر دیا اور اقتدار پر مروان نے قبضہ کر لیا۔ یہ وہی مروان ہے جس کی غلط پالیسی اور کجروی کی وجہ

---

[1] البدایہ و النہایہ جلد۸، صفحہ۲۳۷۔ النجوم الزاہرہ ج۱ ص۱۶۳۔ سیر اعلام النبلاء ج۴ ص ۱۳۹۔ تحت معاویہ بن یزید۔ الدولۃ الامویۃ ج۱ ص۲۹۶ طبع دمشق۔

[2] الفتاوی الکبریٰ ج۴ ص۴۵۰۔ طبع دار المعرفۃ بیروت۔ دول الاسلام ص ۳۰۔ العبر للذہبی ج۱ ص ۵۱۔ مطبوعہ کویت۔

سے حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی۔ اس کے پاس خلافت کی مہر ہوا کرتی تھی۔ گویا مروان عہد عثمانی کے میر منشی تھے۔[1]

الغرض معاویہ بن یزید خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد زیادہ مدت زندہ نہ رہ سکا، صرف چالیس دن زندہ رہا۔ بالآخر ۶۴ ہجری میں ۱۸ یا ۲۱ سال کی عمر میں اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔[2]

قارئین گرامی قدر!

چونکہ معاویہؒ بن یزید کو اکابر علما اہل سنت نے صالح اور دیندار قرار دیا ہے، ان علماء میں ابن تیمیہ حرانی، علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر جیسے علماء بھی شامل ہیں، جو شیعہ دشمنی میں شہرت رکھتے ہیں۔ اگر انہیں معاویہ بن ابی سفیان کے خلاف کہیں کوئی لفظ بھی مل جائے تو اس کی تضعیف کے درپے ہوتے ہیں لیکن اس مرد صالح کی حق گوئی کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ معاویہؒ بن یزید نے اپنے باپ اور دادا دونوں کی مذمت کی ہے اور حصولِ حکومت کے سلسلے میں ان کی تمام تر جدوجہد کو صریحاً ناحق قرار دیا ہے، پھر بھی اسے مرد صالح اور عابد و زاہد قرار دے رہے ہیں۔ یہ اس امر کا ناقابل رَدِ ثبوت ہے کہ یزید اور معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت حاصل کرنے کی تمام تر مساعی بالکل غلط، غیر اسلامی، ناجائز اور ناحق تھی۔ یہی مسلک اور نظریہ معاویہؒ بن یزید کا تھا، جس کا اس نے برملا اظہار کیا اور اس نظریے کے اظہار کے باوجود ابن کثیر اور ذہبی وغیرہ علماء اسے مردِ صالح قرار دیتے ہیں۔ اس شخص کی سب سے بڑی صالحیت ہی یہ تھی کہ اس نے ڈنکے کی چوٹ پر حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہا ہے۔ یہی اہل حق کا مسلک ہے جس کی تائید و توثیق ابن کثیر و ذہبی جیسے علماء نے کی ہے۔ اس کا مردِ صالح ہونا صرف نماز و روزے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ سب سے بڑھ کر اس حق گوئی کی بنا پر تھا جس کا ذکر تمام مؤرخین نے کیا ہے۔

مزید برآں اس سلسلہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی عثمانی، صاحبِ تفسیر مظہری متوفی

---

[1] حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی جلد اول ص ۳۶۱۔

[2] تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۵۸ طبع بیروت۔ التبیین فی انساب القرشیین ص ۲۰۷

۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

چون یزید مرد پیش از مردن خود معاویه بن یزید را خلیفه ساخت۔ معاویه بن یزید مردے صالح بود۔ جوان بعمر بیست ساله۔ چون معاویه بن یزید خلیفه شد، بر منبر برآمد و حمد و ستایش الٰهی و نعت و دَرُود دَر رِسالتؐ پناهی برخواند۔ پس تر گفت ... الخ"۔[1]

جب یزید مرا تو مرنے سے پہلے اپنے بیٹے معاویہ کو خلیفہ بنایا۔ یہ ایک نیک و صالح نوجوان تھا، جس کی عمر بیس سال تھی۔ وہ خلیفہ بننے کے بعد منبر پر آیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش اور نبی کریم علیه الصلوٰة و التسلیم کی تعریف و دَرُود کے بعد کہنے لگا...الخ

بعدازاں قاضی صاحب نے پورا خطبہ نقل کیا ہے، جسے ہم آئندہ صفحات میں درج کریں گے۔

اکثر علماء و مفکرین اسلام نے معاویہؒ بن یزید کو ''رحمة الله علیه'' کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے اور ہم بھی اس اَمر میں ان کے ساتھ کلی اتفاق رکھتے ہیں۔ آج بھی دُنیائے اسلام میں اس کی حق گوئی کو بہ نگاہ استحسان دیکھا جاتا ہے۔ اس نے اپنے پہلے خطبے میں اپنے باپ اور دادا معاویہ کی بداعمالیوں اور بدانجامیوں کو اہل اسلام کے سامنے طشت از بام کیا اور ان کو ظالم و غاصب قرار دیا کہ شرعی نقطۂ نظر سے خلافت حضرت علی مرتضٰی علیہ السلام اور ان کی اولاد کا حق ہے۔ ہم اس کی جرأت کو سلام کرتے ہیں۔ یہ ماننا پڑے گا کہ حقائق و دانائی سے لبریز اور پُرمغز خطاب نے قصرِ امویت کو ہلا کر رکھ دیا ہے بلکہ ہر انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور آج تک یہ پُراثر خطبہ کانوں میں گونج رہا ہے۔

معاویہؒ بن یزید کا تاریخ ساز خطبہ

اس تاریخ ساز خطبے کو بڑے بڑے علماء و محدثین اور حفّاظِ حدیث نے اپنی تالیفات

---

[1] السیف المسلول ص ۲۱۳۔ طبع دہلی

میں قلم بند کیا ہے۔ ذرا اِن معتبر مآخذ و منابع پر بھی نظر ڈالتے چلیں تا کہ اسلام کے اساسی نظریہ امامت کے متعلق کچھ پیدا کردہ شکوک وشبہات رفع ہو جائیں۔ تطویل سے بچنے کے لیے یہ خطبہ بطورنمونہ صرف چند کتب سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس کی تائید مزید میں دیگر کتابوں کا حوالہ دے دیا جائے گا۔

قدیم مؤرخ ابو زید احمد بن سہل بلخی متوفی ۳۲۲ھ نے معاویہؒ بن یزید کے اس خطبے کی تلخیص اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

و لما مات يزيد صار الامر الى ولدهٖ معاوية بن يزيد و كان قدرياً لانهٗ اشخص عمراً المقصوص۔ فَعَلَّمَهٗ ذٰلك فدانَ بهٖ و تحقّقَهٗ، فلمّا بَايَعهُ النَّاسُ قال للمقصوص! ماترى؟ قال اِمَّا ان تعتدل و اِمَّاان تعتزل۔ فخطب معاويةُ، فقال:

اِنَّا بُلينَا بكم وابتُليتُم بناو اِنَّ جَدِّى معاوية نازع الامرَ من كان اولىٰ بهٖ واحق، فركب منه ما تعلمون حتى صَارَ مُرتهناً بعملهٖ ثم تقلَّدهٗ ابى و لقد كان غير خليقٍ بهٖ فركب رَدْعَهٗ واستحسن خطاءَهٗ ولا اُحِبُّ اَن اَلقى الله بتبعاتكم فشاْنكم و امرَكم ولُّوه من شِئتُمْ فو اللّٰهِ لئِنْ كانت الخلافة مغنمًا لَقد اصبنا منها حظاً و ان كانت شراً فَحسبُ آل ابى سفيان ما اصابوا منها۔[1]

جب یزید کی موت واقع ہوئی تو حکومت اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کے پاس آ گئی۔ یہ قدری تھا، اِس لیے کہ اُس نے عمرو مقصوص کو بھیجا تھا (کہ اس کی طرف سے بات کرے) اسی عمرو نے معاویہ کو یہ باتیں تعلیم دیں تھیں۔ اس نے ان باتوں پر یقین کر لیا اور انہیں سچا جانا۔ جب لوگوں نے اس کی بیعت کی تو اس نے مقصوص سے پوچھا کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: یا تو آپ عدل کریں یا حکومت سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ چنانچہ معاویہ نے خطبہ دیا اور کہا:

ہماری آزمائش تمہارے ذریعے ہوئی اور تم لوگ ہماری وجہ سے آزمائے گئے

---

[1] کتاب البدء و التاريخ جلد۲ تحت ولاية معاوية بن يزيد بن معاوية ص۲۴۵۔طبع بيروت

ہو۔ بے شک میرے دادا معاویہ نے اُس شخص (حضرت علی علیہ السلام) سے حکومت کے معاملے میں تنازع کیا، جو اس سے زیادہ اس کا اہل اور زیادہ مستحق تھا۔ اس شخص کے بارے میں ان جرائم کا ارتکاب کیا جو تمہیں معلوم ہی ہیں، حتیٰ کہ اپنے اعمال کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ پھر میرے باپ نے حکومت سنبھالی، حالانکہ وہ بھی اس کے لائق نہ تھا۔ وہ اس سے لت پت ہُوا اور بڑی خطاؤں کا مرتکب ہوا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری ذمہ داریوں کے بوجھ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ سو تم جانو اور تمہاری حکومت، جسے چاہو اس کے حوالے کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر خلافت مالِ غنیمت ہے تو ہم اس سے فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔ اگر یہ شر ہے تو ابوسفیان کی اولاد اس سے جو کچھ لے چکی ہے وہ ہی بس کرتا ہے.....

معاویہؒ بن یزید کے اس حق و باطل میں فیصلہ کن خطبے کو قدیم مؤرخین میں سے علامہ ابوالفرج غریغوریوس بن ھارون ملطی معروف بابن عبری متوفی ۶۸۵ھ نے بھی تاریخ مختصر الدول ص ۹۸ میں تقریباً اسی طرح نقل کیا ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ احمد بن سہل بلخی نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اور علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی اپنی نگارش کے موافق اپنی کتب میں معاویہؒ بن یزید کے اس خطبے کا تذکرہ کیا ہے، اگرچہ اس خطبے کے مضمرات کو سمجھتے ہوئے اپنے مسلک کو بچانے کی خاطر اس کی تفصیل نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ بنو اُمیہ کے حامیوں کا قدیم سے یہی طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جس واقعہ یا روایت، حدیث سے ان کے مسلک کی غلطی ثابت ہوتی ہے تو اولاً اسے نقل ہی نہیں کرتے، ثانیاً اگر نقل کرنا ہی پڑے تو کاٹ چھانٹ کر اور اختصار سے درج کر دیتے ہیں، حالانکہ اس کتمانِ حق سے حق چھپ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ ایک مؤرخ حق کو چھپانے کی کوشش کرے گا تو دوسرا اسے ظاہر کر ہی دے گا۔ یہ ایک اٹل فیصلہ ہے کیونکہ الحق یعلو و لا یعلیٰ علیہ۔

مندرجہ بالا خطبہ کی عبارت اگرچہ اثباتِ مدعی کے لیے کافی ہے، مگر اس سے زیادہ صاف اور صریح حوالہ ملاحظہ کر لیجیے جو حقیقت شناس افراد کے لیے بڑی حد تک مفید اور

بہترین مشعل راہ ہے۔

مشہور محدث علامہ کمال الدین الدمیری متوفی ۸۰۸ھ نے اپنی کتاب میں اس سے بھی زیادہ تفصیلی خطبہ درج کیا ہے:

ثم قام بالامر بعده ابنه معاوية و كان خيراً من ابيه فيه دين و عقل بويع له بالخلافة يوم موت ابيه فاقام فيها اربعين يوما و قيل اقام فيها خمسة اشهر و ايا ما وخلع نفسه و ذكر غير واحد ان معاوية بن يزيد لما خلع نفسه صعد المنبر فجلس طويلا ثم حمد اللّٰه و اثنى عليه با بلغ مايكون من الحمد و الثناء ثم ذكر النبى صلى اللّٰه عليه و آله وسلم با حسن ما يذكر به ثم قال ايها الناس ما انا بالراغب فى الائتما عليكم لعظيم ماكرهه منكم و انى لا علم انكم تكرهوننا ايضاً لا نابليناابكم وبليتم بنا الا ان جدى معاوية قد نازع فى هذا الامر من كان اولىٰ به منه ومن غيره لقرابته من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم و عظم فضله و سابقته اعظم المهاجرين قدراً و اشجعهم قلبا و اكثرهم علما و اولهم ايمانا واشرفهم منزلة و اقدمهم صحبة ابن عم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم و صهرة و اخوه زوجه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم ابنته فاطمة و جعله لها بعلا باختياره لها و جعلها له زوجه باختيارها له ابو سبطيه سيدى شباب اهل الجنة و افضل هذه الامة تربية الرسول و ابنى فاطمة البتول من الشجرة الطيبة الطاهرة الزكية فركب جدى منه ما تعلمون وركبتم معه ما لا تجهلون حتىٰ انتظمت لجدى الامور فلما جائه القدر المحتوم و اختر مته ايدى المنون بقى مرتهنا بعمله فريدا فى قبره و وجد ما قدمت يداه و راى ما ارتكبه واعتداه ثم انتقلت الخلافة الىٰ يزيد ابى فتقلد امركم لهوى كان ابوه فيه و لقد كان ابى يزيد بسوء فعله و اسرافه على نفسه غير خليق بالخلافة على امة

محمد صلى اللّٰه عليه و آله وسلم فركب هواه واستحسن خطاه و اقدم على ما اقدم من جرأته على اللّٰه و بغيه على من استحل حرمته من اولاد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم فقلت مدته وانقطع اثره و ضاجع عمله و صار حليف حفرته رهين خطيئته و بقيت اوزاره و تبعاته و حصل على ما قدم و ندم حيث لا ينفعه الندم و شغلنا الحزن له عن الحزن عليه فليت شعرى ما ذا قال و ماذا قيل له هل عوقب باسائته و جوزى بعمله و ذالك ظنى ثم اختنقته العبرة فبكى طويلا و علانحيبه ثم قال و صرت انا ثالث القوم والسا خط على اكثر من الراضى و ما كنت لا تحمل آثامكم و لا يرانى اللّٰه جلت قدرته متقلدا اوزاركم والقاه بتبعاتكم فشأنكم امركم فخذوه ومن رضيتم به عليكم فولوه فلقد خلعت بيعتى من اعناقكم والسلام فقال له مروان بن الحكم و كان تحت المنبر اسنة عمرية يا اباليلى؟ فقال اغدعنى أعن دينى تخدعنى فواللّٰه ماذقت حلاوة خلافتكم فاتجرع مرارتها ائتنى برجال مثل رجال عمر على انه ما كان من حين جعلها شورىٰ و صرفها عمن لا يشك فى عدالته ظلوما و اللّٰه لئن كانت الخلافة مغنما لقد نال ابى منها مغر ما و ما ثما ولئن كانت سوأ فحسبه منها ما اصابه ثم نزل فدخل عليه اقاربه و امه فوجد وه يبكى فقالت له امه ليتك كنت حيضة و لم اسمع بخبرك فقال و ددت واللّٰه ذالك ثم قال و يلى ان لم يرحمنى ربى ثم ان بنى امية قالو ءاموديه عمر المقصوص انت علمته هذا ولقنته اياه و صددته عن الخلافة و زينت له حب علي و اولاده وحملته على ما وسمنا به من الظلم و حسنت له البدع حتى نطق بما نطق و قال ما قال فقال و اللّٰه ما فعلته و لكنه مجبول و مطبوع على حب على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه فلم يقبلوا منه ذالك واخذوه ودفنوه حيا حتى مات و توفى

معاوية بن يزيد رحمه الله بعد خلعه نفسه باربعين ليلة و قيل بسبعين ليلة و كان عمره ثلاثا و عشرين سنة و قيل احدى و عشرين سنة و قيل ثماني عشرة و لم يعقب۔[1]

پھر یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہؒ قائم مقام بنا جو اپنے باپ سے بہتر تھا، دیندار اور عقلمند تھا۔ باپ کی ہلاکت کے دن اس کی خلافت کے لیے بیعت لی گئی جو چالیس دن اور ایک قول کے مطابق پانچ مہینے اور کچھ دن تک برسرِ اقتدار رہا۔ اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ معاویہؒ بن یزید خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد منبر پر گیا اور کافی دیر وہاں بیٹھا رہا پھر بہت ہی اچھے انداز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہایت ہی خوبصورت طریقے سے کرنے کے بعد یوں کہا:

اے لوگو! مجھے تمہارا امیر بننے کا کوئی شوق نہیں ہے کیونکہ میں اس سے بہت متنفر ہوں اور یقیناً مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم سب حقیقت میں ہم سے نفرت کرتے ہو کیونکہ ہم تمہارے لیے آزمائش ہیں اور تم ہمارے لیے۔ لیکن دراصل میرے دادا معاویہ نے خلافت کے بارے میں ایسے شخص (حضرت علی علیہ السلام) سے تنازع کیا جن کا خلافت پر اس سے اور دوسرے لوگوں سے زیادہ حق تھا۔ کیونکہ قرابت رسول اللہ ﷺ اور افضلیت کی وجہ سے وہ قدر ومنزلت کے اعتبار سے تمام مہاجرین سے سابق، قلبی طور پر سب سے زیادہ شجاع، کثرت علم، پہلے مؤمن، مرتبہ ومنزلت میں سب سے اشرف تھے اور نبی اکرم ﷺ کے سب سے پرانے ساتھی تھے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے چچا کے بیٹے، آپ کے داماد اور بھائی تھے۔ آنحضور ﷺ نے اپنی پسند سے ان کو جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا شوہر بنایا اور وہ ان کے نواسوں اور جوانان جنت کے سردار حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کے والد گرامی تھے۔ آنحضرت ﷺ کی تربیت کے

---

[1] حیاۃ الحیوان الکبریٰ جلد۱، صفحہ۸۸، تحت "خلافت معاویہ بن یزید" طبع قاہرہ ۱۹۶۹ء۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ طبع اول بولاق مصر ۱۲۷۵ھ۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ طبع ثانی بولاق مصر ۱۲۸۴ھ۔ حیاۃ الحیوان الکبریٰ طبع سوم مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۰۵ھ۔ درج بالا تمام مطبوعہ نسخے احقر کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

اعتبار سے اس اُمت میں سب سے افضل علی علیہ السلام اور فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور ان کے بیٹے تھے، جن کا تعلق شجرہ طیبہ طاہرہ ذکیہ سے تھا، مگر میرے دادا معاویہ نے ان کے معاملے میں ان غلطیوں کا ارتکاب کیا جو تم جانتے ہو اور تم نے بھی اس کا ساتھ دیا، اس سے تم جاہل نہیں ہو، حتیٰ کہ تمام امور میرے دادا معاویہ کے لیے منظم ہو گئے۔ جب ان کو موت آ گئی اور وہ موت کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، وہ اپنے رہن شدہ اعمال سمیت اکیلے قبر میں گئے اور جو کچھ ان کے ہاتھوں نے کرتوت کیے اور جن نامناسب امور کا اُنہوں نے ارتکاب کیا اور جو ان سے زیادتیاں واقع ہوئیں، اُنہوں نے ان کا انجام دیکھ لیا۔ پھر خلافت میرے باپ یزید کو منتقل ہوئی اور اس نے اپنے باپ کی خواہش پر تمہارا اور حکمرانی کا بوجھ اپنی گردن پر اُٹھایا حالانکہ میرا باپ اپنی شدید بدکرداری اور اپنے نفس پر ضرورت سے زیادہ ذمہ داریاں اُٹھانے کی وجہ سے امت محمدیہ پر خلافت کرنے کے لائق نہ تھا۔ پس وہ بھی اپنی خواہشات نفسانی کا مرتکب ہوا اور اس نے اپنی غلطی کو اچھا سمجھا اور بارگاہ الٰہی میں جرأت اور جسارت کی اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک و بے حرمتی کر کے باغیانہ اقدام کیا۔ پس اس کی مدت عمر کم ہوئی، اس کا اثر ختم ہو گیا اور وہ اپنے عمل کے ساتھ قبر میں جا سویا، جب کہ وہ اپنی خطاؤں کا مرہون تھا اور اس کے گناہ اور بد انجامیاں باقی رہ گئیں۔ پھر وہ ایسے وقت پشیمان ہوا جب پشیمانی بے فائدہ تھی۔ ہمیں اس پر غم کرنے کی بجائے اس پر ترس کھانا پڑا۔ ہائے افسوس! اس نے (اللہ کو) کیا جواب دیا اور اس کو کیا کہا گیا ہے؟ کیا اسے اپنی بدکاری پر عذاب ہوا اور وہ اپنے کیفر کردار تک پہنچا۔[1] مجھے اس امر پر یقین ہے۔ پھر وہ

---

[1] جب بنو اُمیہ کی سلطنت کے خاتمہ کے وقت اُموی و عباسی کشمکش نے تشدد آمیز کارروائیوں کی صورت اختیار کر لی تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ عباسیوں نے بنی اُمیہ کے فوت شدہ حکمرانوں کی قبریں اکھیڑنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں اسلامی تاریخ تواتر سے بتلاتی ہے: ... قبر معاویة بن ابی سفیان فلم یحدوا فیه الا خیطاً مثل الهباء و نبشوا قبر یزید بن معاویة فوجدوا فیه حطاماً کانه الرماد ... الخ معاویہ بن ابی سفیان کی قبر کھودی گئی تو اس میں کمزور دھاگے کے نشانات کے سوا کچھ نہ نکلا اور جب یزید بن معاویہ کی قبر کھودی گئی تو اس میں لکڑیوں کی راکھ کے سوا کچھ نہ تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (بقیہ اگلے صفحے پر)

(دکھ) اور آنسوؤں کی وجہ سے گلوگیر ہوگیا پس وہ دیر تک روتا رہا اور اُونچی آواز سے گریہ کیا اور کہنے لگا: مجھے بھی اس قوم کا تیسرا حکمران بنایا گیا جب کہ مجھ پر ناراض لوگوں کی تعداد راضی لوگوں سے زیادہ ہے۔ میں تمہارے گناہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی حالت میں نہ دیکھے کہ میں (باپ دادا کی طرح) گناہوں کا بوجھ اُٹھائے پھروں اور تمہاری بداعمالیوں کے ساتھ اللہ سے جا ملوں۔ لے لو اپنی یہ حکومت اور جسے چاہو اس کو دے دو۔ میں نے تمہاری گردن سے اپنی بیعت اُتار دی ہے۔

مروان بن حکم جو منبر کے پاس بیٹھا تھا: کہنے لگا اے ابو لیلیٰ! یہ سنت عمری ہے۔ اس نے کہا یہاں سے دفع ہو جا۔ تو مجھے میرے دین سے دھوکا دیتا ہے۔ بخدا! میں نے تمہاری خلافت کا مزا چکھا ہی کب ہے کہ میں اس کی تلخی کے گھونٹ پیوں۔ تو میرے پاس عمرؓ جیسے لوگ لے آ، باجود اس کے کہ جس وقت اس نے خلافت کو (چھ افراد پر مشتمل) شوریٰ بنایا اور خلافت کو اس شخص سے ہٹایا، جس کے عدالت میں شک نہیں کیا جا سکتا (اس معاملے

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) کامل ابن اثیر جلد۵ صفحہ۲۰۵۔ طبع بیروت۔ تاریخ الاسلام السیاسی جلد۲ صفحہ۸۷۔ طبع قاہرہ وغیرہ۔ لیکن یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ اہل ایمان کے اجسام مبارکہ کو ہرگز مٹی نہیں کھاتی۔ اس ضمن میں ایک قابل وثوق واقعہ آپ کی نذر کرتا چلوں: ماضی قریب ۱۳۵۱ھ بمطابق اپریل ۱۹۳۲ء میں عراق کے بادشاہ فیصل شاہ سے حضرت سیدّنا حذیفہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں آکر یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم کو اصل مقام سے منتقل کرکے دریا سے تھوڑے فاصلے پر دفن کر دیا جائے کیونکہ دریا کا پانی ہمارے مزارات کے قریب آ جاتا ہے۔ چنانچہ عید الاضحیٰ کے دس دن بعد شاہ عراق نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شاہی تزک و احتشام کے ساتھ یہ رسم ادا کی اور ان دونوں صحابہ کرامؓ کی زیارت سے کروڑوں مسلمانوں کو شرف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ یہ جسد اطہر بالکل محفوظ و سالم تھے اور ان سے خوشبو آ رہی تھی، یہاں تک کہ کفن اور ریش مبارک کا بال بال محفوظ تھا اور آنکھوں کی چمک تک برقرار تھی۔ یہ اسلام کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

امانت کی طرح رکھا زمین نے روز محشر تک
ہوا اِک موئے تن میلا نہ اِک تارِ کفن بگڑا

یہ بات صحیح احادیث اور مشاہدات سے ثابت ہے کہ پاکیزہ نفوس جس خطۂ ارض میں بھی مدفون ہوئے، وہ زمین پاک اور ان کے جسم مبارک جس مٹی سے مَس ہوئے، اُسے اکسیر بنا دیا۔ جیسا کہ کتب احادیث میں وارد ہے: و طابت الارض التی فیھا دفنوا۔ وہ زمین بھی پاک کہ جہاں وہ دفن ہوئے۔ درج بالا وقعات سے ان دونوں قسم کے افراد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے طرزِ عمل کے موازانہ و تقابل سے حق و باطل میں فرق کر کے بآسانی اپنے نظریات درست کیے جا سکتے ہیں۔

میں) بڑا بے انصاف نہ تھا۔ بخدا! اگر خلافت جائے غنیمت ہے تو میرے باپ نے اس خلافت سے نقصان اور گناہ پا لیا۔ اگر یہ بری ہے تو اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے جو اُٹھا چکا ہے۔

پھر وہ (معاویہ بن یزید) منبر سے اُتر آیا۔ اس کی ماں دیگر عزیز و اقارب آئے تو دیکھا کہ روئے جا رہا ہے۔ اس کی ماں نے کہا: کاش تم حیض کا چیتھڑا ہی ہوتے اور میں تمہاری خبر نہ سُنتی۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اگر میرے خدا نے مجھے معاف نہ کیا تو میرے لیے برا ہو۔

پھر بنو اُمیہ نے اس کے استاد عمر المقصوص سے کہا: یہ سب کچھ اس کو تم نے ہی سکھایا ہے اور اس کو خلافت سے متنفر کیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد سے محبت کو اس کے لیے آراستہ کیا تو تمہاری وجہ سے اس نے ہمیں ظالم قرار دیا۔ اور بدعات[1] کو اس کی نظر میں مستحسن بنایا دیا۔ حتیٰ کہ اس (معاویہ) نے اس طرح کی (مذمتی) گفتگو کی اور اس نے کہا جو کہا۔ اُستاد نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں نے تو کچھ نہیں کہا بلکہ جبلّت اور طبعیت ہی میں محبت علی رکھ دی گئی ہے۔ اُنہوں نے نہ مانا اور اسے (عمر المقصوص) پکڑ کر زندہ دفن کر دیا، یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا اور معاویہ بن یزید رحمہ اللہ خلافت سے دستبرداری کے ۴۰ یا ۷۰ دن کے بعد فوت ہوا، اس کی عمر ۲۳ یا ۲۱ اور ایک قول کے مطابق ۱۸ برس تھی اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

حیات الحیوان کے ترجمے میں خیانت

یوں تو اسلامی لٹریچر بالخصوص حدیث، تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں بعض بد دیانت مترجم اور ناشرین کی جانب سے صدیوں سے مسلسل تحریف و خیانت اور توڑ مروڑ ہوتی

---

[1] یہاں ''بدعات'' سے مراد محبت علی اور حمایت اہل بیت علیہم السلام ہے نیز معاویہ و یزید اور دیگر غاصبین حق اہل بیت رسولؐ کی مذمت مقصود ہے۔ اسی لیے بنوامیہ کے پیروکار آج تک محبت اہل بیت علیہم السلام کو مبتدع قرار دیتے ہیں۔

آ رہی ہے۔ کئی سو سال قبل عربی میں لکھی ہوئی قدیم قلمی کتابیں اب بیروت سے بکثرت شائع ہو رہی ہیں لیکن انتہائی قلبی دُکھ درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مآخذ کتابوں سے اپنے نظریاتی مفادات سے ٹکرانے والی عبارات حذف کر دی جاتی ہیں یا الفاظ کو ہی بدل دیا جاتا ہے، جس سے اصل مطلب گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس قسم کی تحریف خود مصنف سے بددیانتی بلکہ اس سے بڑھ کر اسلام کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے نہایت مضر اور ان کے گمراہ ہونے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ الغرض حال ہی میں لاہور سے کتاب ''حیات الحیوان'' اُردو ترجمہ کے ساتھ دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی جلد اوّل صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰ زیرِعنوان ''خلافت معاویہ بن یزید'' (سن اشاعت ندارد) میں معاویہ بن یزید کے خطبے کا ترجمہ کرتے وقت انتہائی بددیانتی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ، چوک اُردو بازار لاہور نے اسے شائع ہے۔ مترجم مولانا ناظم الدین خطیب جامع مسجد گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور ہیں اور نظرِثانی مولانا عبدالرشید ارشد نے کی ہے۔ علاوہ بریں اس کتاب ''حیات الحیوان'' کا اردو ترجمہ طبعات اول ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ بمطابق جولائی ۱۹۹۲ء میں ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور سے شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ و حواشی تین علمائے کرام مولانا محمد عباس فتح پوری (فاضل دیوبند)، مولانا محمد عرفان سردھنوی اور مولانا نثار احمد گونڈوی نے تحریر کیا اور ترتیب جدید و ترجمہ حواشی مولانا سعود اشرف عثمانی نے سرانجام دیا ہے۔ اس ترجمے میں بھی عمداً و قصداً یہی خیانیت کی گئی ہے۔ معاویہؒ بن یزید کے خطبے کا ترجمہ صفحہ ۲۰۰۔ ۲۰۱ پر جان بوجھ کر کانٹ چھانٹ کر کے غلط کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ اسلامی کتب خانہ کے ترجمے سے پہلے کیا گیا ہے۔ دونوں ترجموں کو غور سے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مترجمین نے عمداً خیانت کی لیکن بعد میں مولوی ناظم الدین صاحب نے اسی ترجمے سے نقل کر کے اسے اپنی جانب منسوب کر لیا اور پہلے مترجمین کی خیانت میں شریک جرم ہو گئے۔ یہ علمی خیانت ان حقائق کو چھپانے کے لیے ایک مکروہ کوشش ہے جو اس قبیل کے لوگ ہمیشہ سے کرتے آئے ہیں لیکن انگلیوں کے پیچھے سورج چھپایا نہیں جا سکتا۔ معاویہؒ بن یزید نے واشگاف الفاظ سے اپنے باپ، دادا کی مذمت کی اور انہیں بالکل ناحق قرار دیا ہے۔ البتہ یہ

خیانت و بد دیانتی دیکھنے کے لیے اصل عربی متن کو بھی پیش نظر رکھیے گا۔ تفصیل کے لیے احقر کی کتاب ''اسلامی کتب میں علمی خیانتیں'' دیکھی جائے۔

اسی تسلسل میں علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الهیثمی المکی متوفی ۹۷۳ھ نے اپنی مشہور عالم کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۴ طبع مصر میں معاویہؓ ثانی کے اس خطبے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

و من صلاحه الظاهر انه لما ولی صعد المنبر فقال ان هذه الخلافة حبل اللّٰه و ان جدی معاوية نازع الامر اهله و من هو أحق به منه علی بن ابی طالب و رکب بکم ما تعلمون حتیٰ اتته منيته فصار فی قبره رهينا بذنوبه ثم قلد ابی الامر و کان غير اهل له و نازع ابن بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه و صارفی قبره رهينا بذنوبه ثم بکی و قال ان من اعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه و بئس منقلبه و قد قتل عترة رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم و اباح الخمرَ و خرّب الکعبة و لم اذق حلاوة الخلافة فلا اتقلد مرارتها فشأنکم امرکم واللّٰه لئن کانت الدنيا خيرا فقدنلنا منها حظاً و لئن کانت شرا فکفی ذرية ابی سفيان ما اصابوا منها ثم تغيب فی منزله حتیٰ مات بعد اربعين يوما علی مامر فرحمه اللّٰه تعالیٰ۔[1]

اور معاویہ بن یزید کی صلاحیت سے ایک یہ ہے کہ جب وہ یزید کے بعد ولی عہد و وارث بنا، منبر پر گیا اور کہا کہ یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور حقیقت میں میرے دادا معاویہ نے اس خلافت کے اصلی حقدار کے ساتھ نزاع کیا اور جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام اس کے لیے سب سے زیادہ مستحق تھے اور اس چیز کا ارتکاب کیا جسے تم سب لوگ جانتے ہو، یہاں تک اسے موت آ گئی اور وہ قبر میں اپنے گناہوں کے عوض میں گرفتار ہے۔ پھر میرے باپ کو قلاوہ ڈالا گیا اور وہ بھی اس کا اہل نہ تھا اور اس نے رسولؐ کی بیٹی (فاطمہ الزہراءؑ) کے لخت جگر (امام حسین علیہ السلام) کے ساتھ نزاع کیا۔ پس اس نے اپنی عمر کو لہو ولعب

---

[1] اسی طرح یہ خطبہ سیف المقلدین علی اعناق المنکرین ج ۲، صفحہ ۲۵۹ زیر عنوان در خلافت معاویہ بن یزید طبع لکھنؤ

میں ضائع کر دیا اور عاقبت کو برباد کیا اور وہ بھی اپنی قبر میں عذاب میں گرفتار ہے۔ یہ کہکر وہ رویا اور کہا: سب سے بڑی مصیبت ہم پر یہ ہے کہ ہم کو اس کی سخت پاداش اور بری سزا کا علم ہے اور اس کی بازگشت بری ہے۔ کیونکہ اس نے عترت رسول کو قتل کیا اور شراب کو مباح سمجھا اور کعبہ کو غارت کیا اور اس نے خلافت کا کوئی مزہ نہ چکھا۔ پس میں اس کی تلخی کا قلادہ اپنی گردن میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ خدا کی قسم! اگر دنیا سراپا خیر ہے تو ہم نے اس سے کافی حصہ پایا ہے اور اگر دُنیا سراسر شر ہے تو ذریت ابوسفیان کو جو کچھ اس میں سے ملا ہے، وہ کافی ہے۔ پھر یہ کہکر وہ (معاویہ بن یزید) اپنے گھر روپوش ہو گیا۔ یہاں تک کہ چالیس (۴۰) دن کے بعد فوت ہو گیا۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا ان ہی تصریحات کو اہل حدیث کے نامور عالم نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے اپنی تصنیف حجج الکرامہ فی آثار القیامہ ص ۱۸۶، مطبوعہ بھوپال فصل نہم میں قدرے کھول کر بیان کر دیا ہے:

جملہ اہل آفاق بیعت بہ معاویہ بن یزید بن معاویہ نمودند ایں معاویہ مردی صالح بود بایستاد و گفت یا ایھا الناس جدّ من معاویہ نزاع کرد دریں امر با اہل آن امر و خوض کرد در خون مسلمانان تاآنکہ غالب شد برآن باز بمرد خدا داند کہ انجام وی چہ شد و پدرم یزیدھم درین امر بااھل آن نزاع کرد و اولاد رسول خدا صلعم و اھل حرمین شریفین رابکشت و بربیت مجانیق نصب نمود و بمرد خداداند کہ انجام وی چہ شود واکنون شما مرا متقلد این امر کردید ھرگز نروم من بگناہ این امر و بروید شما بنعیم وی وندرایم در چیزی از خونھائے مسلمانان و اموال ایشان این بگفت و لازم خانہ خود گشت تاآنکہ بعد از چھل روز بمرد ...الخ۔

تمام (لوگوں) نے معاویہ بن یزید بن معاویہ کی بیعت کر لی تو معاویہ جو ایک نیک انسان تھا، اس نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! میرے دادا

معاویہ نے امرِ خلافت میں ان لوگوں سے جھگڑا کیا جو اس کے حقدار تھے اور مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے خون میں اپنے ہاتھ رنگیں کیے۔ یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ اب اللہ جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوا؟ میرے باپ یزید نے بھی اس معاملہ میں اصل حقداروں سے نزاع کیا۔ اولادِ رسول ﷺ اور ان کے اہل و عیال کو قتل کر کے منصب خلافت پر قبضہ جمایا اور وہ بھی مرگیا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوا ہے۔ اب تم لوگوں نے مجھے اس خلافت کے لیے منتخب کیا ہے لیکن میں اس معاملے میں کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتا۔ یہ امرِ خلافت تم اپنے پاس ہی رکھو۔ مجھے اس میں سوائے مسلمانوں کے خون اور لوٹ مار سے حاصل کردہ مال و متاع کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ کہکر وہ اُٹھا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔ یہاں تک کہ چالیس دن بعد اس کی موت واقع ہوگئی۔

اس سلسلے میں مندرجہ بالا حوالہ جات کے علاوہ بہت سی کتب پیش نظر ہیں، مگر اختصاراً دیگر کتابوں کو نظرانداز کر کے حسب ذیل کتب میں بھی معمولی الفاظ کی کمی و بیشی کے ساتھ یہ خطبہ درج ہے۔

۱۔ دول الاسلام للذہبی۔ ص ۳۰ طبع حیدر آباد دکن ۱۳۶۴ھ میں قدرے اشارہ ہے۔

۲۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۳۰۱۔ طبع المطبعة الوهبية ۱۲۸۳ھ مصر۔

۳۔ مروج الذہب ج ۲، ص ۹۷۔ مختصراً تحت ''ذکر ایام معاویہ بن یزید بن معاویہ''۔ المطبعة البهية المصرية قاہرہ ۱۳۴۶ھ۔

۴۔ تاريخ اليعقوبی۔ جلد ۲ ص ۲۴۰۔ طبع دار صادر بیروت۔

۵۔ النجوم الزاهرة فی ملوك مصر و القاهره جلد اوّل ص ۱۶۳۔۱۶۴ تحت ''ذکر خلافۃ معاویہ بن یزید الاموی۔ طبع دار الکتب المصریۃ قاہرہ ۱۹۲۹ء۔

۶۔ البراهين القاطعه ترجمه الصواعق المحرقه (فارسی) ص ۳۸۱ طبع محمدی لاہور۔

۷۔ السیف المسلول مؤلف قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ ص ۲۱۳ مطبع دہلی ۱۲۶۸ھ۔

۸۔ الکوکب الدری شرح جامع ترمذی۔ جلد ۲ ص ۵۵ حاشیہ نمبر ۳۔ حواشی محمد یحییٰ کاندھلوی طبع المکتبة اليحيوية مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۸۲ھ۔

۹۔ تحذیر العبقری من محاضرات الخضری تالیف علامہ مورخ ثقہ شیخ محمد العربی التبانی مدرس مدرسہ الفلاح و الحرم المکی ج ۲ ص ۲۶۸ طبع دار الباز مکۃ المکرمہ۔

۱۰۔ شاہ سلامت اللہ کانپوری نے اپنے استاد شاہ عبد العزیز الدہلوی کی مشہور کتاب سر الشهادتین عربی کی شرح تحریر الشهادتین فارسی کے ص ۱۲۷ مطبوعہ خیالے گنج لکھنو ۱۲۵۶ھ میں اسے شامل کتاب کیا ہے۔

۱۱۔ مرج البحرین فی ذکر شهادة الحسنینؓ ص ۲۹۔ طبع دہلی۔

۱۲۔ تاریخ اسلام (اُردو)۔ حصہ سوم۔ ص ۴۴۔ ۴۵ طبع لاہور۔

۱۳۔ مفتی محمد اکرام الدین خان شاہجہان آبادی متوفی ۱۲۶۵ھ نبیرۂ۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی گراں قدر تصنیف سعادة الکونین فی فضائل الحسنینؓ ص ۱۶۵۔ طبع افضل المطابع دہلی ۱۳۱۱ھ میں اس خطبے کو درج کیا ہے۔

مذکورہ خطبے سے استنباط کردہ نتائج

اگر چہ اس واضح اور غیر مخفی حقائق پر مبنی خطبے کی تشریح و توضیح کی چنداں ضرورت نہیں، ہر باشعور انسان اس سے نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ تاہم معاویہؒ بن یزید کے اس خطبے پر سرسری نظر ڈالنے سے حسب ذیل امور واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں:

اوّل: یہ کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔ یعنی یہ ایک منصوص من اللہ منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نص ہی سے امامت کا انعقاد ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ الفاظ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی خلافت پر روشن دلیل اور ایک غیر مبہم تصریح و تخصیص ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ خلافت علیٰ منهاج النبوة کو اجماعی بنانے کی جهد نامشکور کی جاتی ہے جو سراسر خلافِ شریعت اقدام ہے۔

دوم: میرا دادا معاویہ اس خلافت کا حقدار نہ تھا۔ اس نے امام برحق حضرت علی علیہ السلام سے بے جا نزاع و جدال کیا، ان کی امامت کا منکر ہوا، جب کہ درحقیقت وہ خلافت کا سب سے زیادہ استحقاق و اہلیت رکھتے تھے۔

سوم: حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے قریبی تھے اور ان کے اسلام پر بڑے

احسانات ہیں۔

چہارم: نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی پسند سے اپنی لختِ جگر سیّدہ فاطمہ زہراؑ کا شوہر بنایا اور ان کے بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

پنجم: نبی اکرم ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت علی علیہ السلام اور سیّدہ فاطمہ زہراءؑ اور ان کے دو بیٹے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب پاک و پاکیزہ ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

ششم: معاویہ نے اہل بیت رسول ﷺ سے ناروا سلوک کیا اور ان کے ساتھ زیادتیاں کیں۔

ہفتم: معاویہ اپنے کیے ہوئے کرتوتوں اور بداعمالیوں کی سزا قبر میں بھگت رہا ہے۔

ہشتم: معاویہ بن ابوسفیان خلافت کا طوق اپنے نااہل بیٹے یزید کی گردن میں ڈال گیا جو شراب خور اور کعبہ کو تباہ و برباد کرنے والا تھا، جس نے نبی کریم ﷺ کے نواسے حسین ابن علی علیہما السلام سے جنگ کی اور عترتِ رسولؐ کو بے جرم و خطا قتل کیا۔ (چونکہ اُس نے آگ اور خون کی یہ ہولی دیکھتی آنکھوں سے دیکھی تھی) جس نے اپنی تمام عمر کو لہو و لعب اور عیش و عشرت میں ضائع کر دیا، شراب کو حلال جانا اور یہ نصِ قرآنی کا انکار ہے، جس سے کفر لازم آتا ہے۔

نہم: اہل باطل نے حق کو چھپانے کی ہمیشہ پرزور سعی لاحاصل کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ حق اور باطل کی تلبیس کے ذریعے ایک نیا نظریہ ایجاد کیا، جس میں یہ ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی کہ حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں اگرچہ معاویہ پورے حق پر نہ تھا، تب بھی وہ مجتہد مخطی ضرور تھا اور اسے ان ناقابل معافی جرائم کے ارتکاب پر بھی ثواب ملے گا۔ یاللعجب!! لیکن حق کو کب تک چھپایا اور نظروں سے اوجھل کیا جا سکتا ہے، بالآخر حق ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس خطبے کے ذریعے یہ چیز عیاں ہو گئی کہ علیؑ امام برحق ہیں، جو بھی ان کے مدمقابل ہو گا، وہ لامحالہ باطل پر ہو گا۔ چنانچہ معاویہ بن ابی سفیان کے حق گو پوتے نے ان کی اس تلبیس و ابلہ فریبی کی اپنی حق گوئی سے دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور حق کا برملا اظہار کر دیا کہ میرا دادا باطل اور ناحق پر تھا، کسی طرح کا مجتہد نہ تھا۔ اس بات کو

یوں سمجھئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں زلیخا کے خلاف گھر کے ہی ایک فرد نے گواہی دی، جسے قرآن نے نہایت صراحت کے ساتھ یوں بیان کر دیا: شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ...(۱۲: ۲۶) "اس عورت (زلیخا) کے خاندان کے ایک فرد نے گواہی دی۔" تو اُس وقت زلیخا کے شوہر نے تقاضائے عدل کے مطابق اپنی بیوی کو ہی الزام دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بے گناہ قرار دیا۔ تاہم صداقت کی جستجو کے شدید جذبے سے بہرہ ور شخص ہی حقائق کا بخوبی ادراک کر سکتا ہے لیکن اُموی معتقدات سے متاثر اکثریتی گروہ نے عدل کشی کی قسم کھا رکھی ہے۔ یہ لوگ اس قدر بے باک ہو چکے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان کے گھر کے فرد کی اتنی صاف اور واضح گواہی کو بھی نہیں مانتے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہیوں اور بیانات کو بھی پس پشت ڈال دیا اور انہیں توڑ مروڑ کر پیش کیا اور حق و باطل کو اسی طرح ملا دیا جس طرح یہود و نصاریٰ نے ملا دیا تھا۔ ایسے ہی لوگوں کی تلبیس حق بالباطل، حق پوشی اور باطل کوشی کو دیکھ کر علامہ اقبالؒ کو کہنا پڑا:

ز من بر صوفی و مُلا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفےٰؐ را

دہم: معاویہ بن یزید نے اپنے باپ کے گھناؤنے جرائم کا کھلم کھلا اظہار کیا اور اسے قاتلِ حسین علیہ السلام قرار دیا ہے لیکن افسوس ناک المیہ یہ ہے کہ بعض ناصبی ملاؤں کی ڈھٹائی اور حماقت دیکھیے کہ یہ لوگ یزید لعین کو دین اسلام قائم کرنے والا اور اسے چھٹا خلیفہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی خلافت کو ایک اجماعی خلافت تصور کرتے ہیں یہاں تک کہہ دینے سے دریغ نہیں کرتے ہیں کہ قتل حسین علیہ السلام کا الزام شیعوں پر عائد ہوتا ہے۔ یزید اور اُس کے حامی اس الزام سے بری الذمہ ہیں (العیاذ باللہ)۔ مرنے سے پہلے انہیں ایک بار ضرور سوچ لینا چاہیے کہ آخر وہ کس کو دھوکہ دے رہے ہیں اور کب تک؟

؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ الزام پیروانِ اہل بیت علیہم السلام پر لگانا محض عناد و تعنت کی بنا پر ہے حالانکہ اس طرح کے شکوک و توہمات سارے کے سارے بے اصل اور لغو و باطل ہیں اور جن کے پاس ذرہ برابر بھی عقل و فہم ہے، وہ ان جھوٹے، بے بنیاد الزامات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ البتہ افسوس کے ساتھ ہم یہ تلخ حقیقت بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اکثر دینی مدارس کے اساتذہ وطلاب حامیانِ یزید پلید کے ہمرنگِ زمین جال میں پھنس چکے ہیں؎

وائے گر از پس امروز بود فردائے

اگر بفرض محال یزید پلید پر اجماع ہوا بھی ہے تو یہ اجماع یقیناً باطل و مردود اور سراسر جہل ہے۔ ایسا کرنے والے گناہ گار اور مجرم ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی ایسا ہی اجماع کیا تھا۔ چنانچہ اس بات کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے: وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ....(۱۲: ۱۵) سب نے اجماع کر لیا کہ اُسے (یوسفؑ کو) گہرے کنویں میں ڈال دیں۔

بعد ازاں انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر الزام بھیڑیے پر لگا دیا تھا۔ یہی صورت حال اُموی حامیوں کی ہے۔ اہل بیتؑ کی حق تلفی اور ان سے بے اعتنائی برتنے والے لوگ روز محشر کس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کے طلبگار ہوں گے؟ الغرض شاطۂ فطرت نے اس جوان کی سیرت و مزاج میں سچ بولنے کی ایسی ایسی درخشندہ صلاحیتیں بھر دی تھیں کہ اس کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والے ایک ایک جملے کی اثر آفرینی اور اہل بیت رسول ﷺ کی حق تلفی کی مظلومانہ داستان سامعین کو خون کے آنسو رُلا رہی تھی اور وہ خود بھی روتا جا رہا تھا۔

ذی قدر قارئین!

یہی وجوہات تھیں، جن کی بنا پر اس نے نہ امور سلطنت کا کوئی کام کیا اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور جب احتضار کے وقت اس سے دوبارہ یہ مطالبہ کیا گیا کہ اب آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں؟ تو اس نے کہا کہ جب میں نے خلافت کا لطف نہیں اُٹھایا تو پھر اس کی مصیبت میں کسی دوسرے آدمی کو کیوں مبتلا کروں۔ لہٰذا یہ

فیصلہ اب وقت کرے گا کہ حق پر کون تھا اور ظالم و ناحق کون؟ یزید پلید علیہ ما یستحق کے مرنے کے چالیس دن کے اندر اعلائے کلمۃ الحق کہنے کی پاداش میں اسے، بعض روایات کی بنا پر بنواُمیہ نے ہی زہر دے کر قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے حق پرستوں پر رحمت نازل فرمائے۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت کے مطابق عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان یا اس کے بھائی خالد بن یزید نے پڑھائی۔ بعد ازاں اِسے دمشق میں یزید پلید کی قبر سے کچھ فاصلے پر دفن کر دیا گیا۔

اس سلسلہ میں مزید گفتگو کی جا سکتی ہے، مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نہ شد
شب بآخر شد کنون کوتاہ کنم افسانہ را

بہرحال مندرجہ بالا بیان ارباب تحقیق و انصاف کے لیے یقیناً ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

ھذا آخر الکلام فی ھذا المقام و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

مصادر و مأخذ

نمبر شمار	مؤلف	کتاب	طبع
۱۔	تنزیل من رب العالمین	قرآن حکیم	
۲۔	ابو منذر ہشام بن محمد کلبی	جمہرۃ النسب	عالم الکتب بیروت ۱۴۲۵ھ
۳۔	مصعب بن عبد اللہ الزبیری	نسب قریش	دار المعارف مصر ۱۹۷۶ء
۴۔	ابو عمرو خلیفہ بن خیاط	تاریخ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۵۔	محمد بن حبیب بغدادی	کتاب المحبر	دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۶۱ھ
۶۔	احمد بن یعقوب العباسی	تاریخ الیعقوبی	دار صادر بیروت
۷۔	ابی زید احمد بن سہل بلخی	البدء و التاریخ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
۸۔	علی بن الحسین المسعودی الشافعی	مروج الذہب	المطبعۃ البیھۃ المصریۃ قاہرہ ۱۳۴۶ھ
۹۔	حافظ ابن عساکر الشافعی	تاریخ دمشق	احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ
۱۰۔	موفق الدین بن احمد ابن قدامہ مقدسی	انساب القرشیین	عالم الکتب بیروت ۱۴۰۸ھ
۱۱۔	ابو یعلی احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلی	دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ ۱۴۰۸ھ
۱۲۔	ابو الفرج غریغوریوس ابن عبری	تاریخ مختصر الدول	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۳۔	نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی	مجمع الزوائد	مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۲۷ھ
۱۴۔	شمس الدین الذہبی	سیر اعلام النبلاء	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۵۔	جلال الدین سیوطی	تدریب الراوی	مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۹۵۹ء
۱۶۔	ابن کثیر عماد الدین الدمشقی	البدایہ والنہایہ	مطبعہ السعادہ مصر ۱۳۵۱ھ
۱۷۔	جمال الدین یوسف بن تغری	النجوم الزاہراء	مطبعۃ دار الکتب المصریۃ القاہرہ ۱۹۲۹ء

۱۸۔	کمال الدین محمد بن موسیٰ الدمیری	حیات الحیوان الکبریٰ	مطبعہ مصطفی البابی بمصر۔ قاہرہ ۱۹۶۹ء
۱۹۔	الشیخ حسین بن محمد الدیار بکری	تاریخ الخمیس	المطبعۃ الوھبیہ مصر ۱۸۶۶ء
۲۰۔	شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی	الصواعق المحرقہ	مکتبۃ القاھرہ مصر ۱۳۶۳ء
۲۱۔	کمال الدین الجھرمی	البراہین القاطعہ	مطبع محمدی لاہور۔ ۱۸۷۹ء
۲۲۔	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	السیف المسلول	مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ
۲۳۔	مفتی محمد اکرام الدین	سعادۃ الکونین	افضل المطابع دہلی ۱۳۶۱ھ
۲۴۔	شاہ سلامت اللہ کانپوری	تحریر الشہادتین	محلہ خیالے گنج لکھنؤ ۱۲۵۶ھ
۲۵۔	رشید احمد گنگوہی	الکوکب الدری	مکتبۃ الیحیویہ سہارنپور ۱۳۵۴ھ
۲۶۔	شیخ محمد عبد الرب حنفی دہلوی	مرج البحرین	کتب خانہ اشرفیہ جامع مسجد دہلی ۱۳۳۶ھ
۲۷۔	صدیق حسن خان	حجج الکرامہ	مطبع شاہجہانی۔ بھوپال۔ ۱۲۹۱ھ
۲۸۔	مولانا سیّد احمد رضا بجنوری	انوار الباری شرح بخاری	مکتبہ ناشر العلوم بجنور۔ ۱۹۶۲ء
۲۹۔	استاد محمد کرد علی دمشقی	غوطہ دمشق	مطبوعات المجمع العلمی العربی بدمشق۔ ۱۹۵۲ء
۳۰۔	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن	تاریخ الاسلام	مکتبۃ النھضۃ المصریۃ قاہرہ ۱۹۶۴ء
۳۱۔	مولانا عبد الجلیل یوسف زئی	سیف المقلدین	اصح المطابع لکھنو ۱۳۶۸ھ
۳۲۔	ڈاکٹر علی محمد الصلابی	الدولۃ الامویۃ	دار ابن کثیر دمشق ۱۴۲۰ھ
۳۳	ابن اثیر جزری	الکامل فی التاریخ	المطبعۃ الازھریۃ المصریۃ القاھرہ
۳۴۔	مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک	حقائق السنن	مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۴۰۴ھ
۳۵۔	شوق امرتسری	تاریخ اسلام	دین محمد اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

☆☆☆☆☆

فہرست

البلاغ المبین
اسلامی تحقیقاتی واشاعتی ادارہ
AL BALAGH UL MOBEEN
ISLAMIC RESEARCH AND PUBLISHING INSTITUTE
E-mail: alblaghulmobin@gmail.com
P.O BOX#469
Islamabad. Pakistan